۱۵۲واں باب

[رجب تا ذوالقعدہ ۴ھ اپریل ۶۲۶ء]

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شادی اور تین غزوات

غزوہ بدرِ ثانیہ، ذات الرقاع اور دُومۃُ الجندل

۳۱۰ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے شادی

۳۱۲ ایک طے شدہ جنگ منتظر ہے

۳۱۲ مشرکین اور مسلمان دونوں کو چیلنج کا سامنا ہے

۳۱۴ مشرکین پروپیگنڈے کی مہم میں ناکام ہو جاتے ہیں

۳۱۵ مسلمان مقابلے کے لیے میدان بدر پہنچ جاتے ہیں

۳۱۶ قریش کا لشکر روانہ ہو کر ہمت ہارتا ہے اور لوٹ جاتا ہے

۳۱۷ غزوہ ذات الرقاع

۳۱۸ ہجرت کے پانچواں اور نبوت کے اٹھارویں برس کی تفصیلات

۳۱۹ ہجرت کے پانچواں اور نبوت کے اٹھارویں برس کا کلینڈر

۳۲۰ غزوہ دُومۃالجندل

۱۵۲واں باب

زید بن حارثہ کی شادی اور تین غزوات

رجب تا ذوالقعدہ ۴ھ اپریل ۶۲۶ء

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے شادی (رجب ۴ ہجری کے قریب)

گزشتہ صفحات میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیدؓ کی شادی کے لیے فکر مندی کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ آپ نے زیدؓ اور زینبؓ کے درمیان خاندانی مرتبے میں بڑے تفاوت کے باوجود، اسلام میں غلاموں کا مرتبہ بلند رکھنے کی تدبیر اور اُس کے برملا اظہار کے لیے زینب رضی اللہ عنہا کو زید بن حارثہ کا رشتہ تجویز کیا، چوں کہ زید بن حارثہؓ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور سیّدہ زینبؓ آپؐ کی پھوپھی (اُمیمہ بنت عبدالمطلب) کی بیٹی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ پیغام ملنے پر زینبؓ نے کہا، انا خیر منه نسباً، میں اُس سے نسب میں بہتر ہوں "۔اُن کا یہ جواب بھی منقول ہے کہ : لا ارضاه لنفسی وانا ایّم قریش "۔ میں اُسے اپنے لیے پسند نہیں کرتی، میں قریش کی شریف زادی ہوں۔ اسی طرح کا اظہارِ نارضامندی اُن کے سگے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے بھی کیا جو نخلہ کے ہیرو اور باعثِ جنگِ بدر تھے، جن کے ماہِ حرمت کے دوران قتالِ مشرکین کی حمایت میں سورہ بقرہ کی آیات نازل ہوئی تھیں اور آنے والے مہینوں میں غزوہ اُحد میں شہادت جن کی منتظر تھی۔ ان لوگوں کو یہ بات نامناسب محسوس ہوتی تھی کہ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی، اور وہ بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی پھوپھی زاد بہن ہو، اور اس کا رشتہ ایک آزاد کردہ غلام سے کر دیا جائے۔ عرب کے معاشرے میں شادی کے لیے مرتبے کا یہ تفاوت بالکل انہونی بات تھی۔

اس موقع پر سورہ احزاب کی ۳۶ویں آیہ مبارکہ نازل ہوئی [،ابن عباس، مجاہد، قتادہ، عِکرمہ اور مُقاتل بن حیّان بحوالہ تفہیم القرآن] وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾ ترجمہ: کسی مسلمان کے لیے مرد ہو یا عورت یہ ممکن نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اُن کے لیے اپنے اُس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

اس آیت کو سنتے ہی زینبؓ اور ان کے سب خاندان والوں نے بلا تامل سرِ اطاعت خم کر دیا۔اس مبارک جوڑے کا نکاح نہ صرف یہ کہ نبی ﷺ خود پڑھایا، بلکہ زیدؓ کی طرف سے دس دینار اور ۶۰ درہم مہر ادا کیا، نئے جوڑے کے لیے کچھ کپڑے دیے، اور کچھ سامان خوراک گھر کے خرچ کے لیے بھجوا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق محولہ بالا آیہ مبارکہ اگلے برس نازل ہونے والی سورہ احزاب میں ۳۶ویں آیت کے طور پر درج کرادی جس کے تسلسل میں اگلی آیات مبارکہ میں اس نکاح کے طلاق پر ٹوٹنے کا تذکرہ ہے اور اللہ کے حکم سے نبی ﷺ کا نکاح اُن کے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے ہو گیا۔ یہ آیہ مبارکہ سورہ میں اپنے مقام پر ایک نگینے کی مانند ہار میں یوں پیوست اور پروئی ہوئی ہے کہ اگر اِس آیت کی شان نزول پر روایات نہ ہوتیں کہ یہ زینبؓ اور اُن کے خاندان کے انکار پر بطور تنبیہ اُتری تھیں، ہر گز یہ گمان بھی نہیں گزرتا کہ یہ ایک برس قبل تنہا نازل ہوئی تھی۔

یہ بڑی مبارک شادی تھی جس نے غلامی کو ختم کرنے اور غلاموں کو عام مسلمانوں کے مرتبے پر لانے کا وہ کام انجام دیا جو مسلمانوں کے معاشروں سے باہر امریکا سمیت ساری دنیا اُنیسویں صدی تک جاری رہا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیش نظر اس شادی کے ذریعے مزید برکات تھیں اور خالقِ کائنات چاہتا تھا کہ منہ بولے بیٹے کی وہ حیثیت جو سگے بیٹوں کی ہوتی ہے ختم کی جائے۔ چناں چہ نبی اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے کی اِس شادی کو زیادہ نہیں چلنا تھا، کم و بیش ایک ہی برس کے اندر یہ شادی طلاق پر ختم ہو گئی، جس کی تفصیل ہم ایک برس بعد کے واقعات اور تنزیلات کے بیان کے موقع پر لا سکیں گے۔ان شاء اللہ

ایک طے شدہ جنگ منتظر ہے!

آپ کو یاد ہو گا کہ جنگ اُحد کے اختتام پر مشرکین کی فوج کی ایک بڑی تعداد بہت زخمی تھی اور جنگ سے فارغ ہونا چاہتی تھی۔ایک مرتبہ اپنے دس کے دس علم برداروں کو کٹوانے اور شکست کھا کر بھاگنے کے بعد پانسہ پلٹ جانے اور ایک افواہ پر یقین کے بعد کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا ہے اور جنگ جیت لی ہے، فوجی اپنے زخموں پر توجہ دینے لگے تھے، اب دوبارہ جنگ کے لیے یہ جان کر اُٹھنا کہ جنگ نہیں جیتی ہے بڑا مشکل کام تھا۔ مسلمان فوج نے خصوصاً درّے پر مامور دستے نے تیر مار مار کے سارے گھوڑے چھلنی کر دیے تھے، وہ اب فی الوقت جنگ کے قابل نہیں تھے۔اس کتاب کے ۱۴۵ویں باب: غزوہ اُحد کے نویں سیکشن "دم توڑتی جنگ

کی آخری سانسیں" میں آپ ابوسفیان اور عمر بن الخطابؓ کے درمیان مکالمہ پڑھ چکے ہیں:

"ابوسفیان ذرا تر نگ میں آگیا اور بولا کیسا اچھا کارنامہ رہا!....... آج کے دن جنگ بدر کے دن کا بدلہ برابر ہو گیا لڑائی تو ڈول کی مانند ہے، [کبھی نیچے، کبھی اوپر]۔ سیدنا عمرؓ نے جواب میں کہا: ہرگز برابر نہیں، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں۔ اور تمھارے مقتولین جہنم میں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: عمر! میرے قریب آؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: جاؤ۔ دیکھو کیا کہتا ہے؟ عمرؓ جب ابوسفیان کے قریب ہوئے تو ابوسفیان نے کہا: عمر! میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد [ﷺ] کو قتل نہیں کیا؟ سیدنا عمرؓ نے کہا: واللہ! نہیں۔ بلکہ اس وقت وہ تمھاری گفتگو سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: تم میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ سچے اور قابلِ اعتبار ہو۔ ....واپس ہونے لگا تو بولا: آئندہ سال بدر میں پھر لڑنے کا وعدہ رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے کہا: کہہ دو ٹھیک ہے۔ اب یہ بات ہمارے اور تمھارے درمیان طے پا گئی۔ ایسا ہی کہہ دیا گیا۔ ابوسفیان جنگ کا پیمان طے کر کے اپنی گھوڑی پر سوار ہوا اور میدان پار کر کے دوسرے سرے پر اپنی فوج سے جا ملا جو اس کی منتظر تھی، سب جنوب کی سمت روانہ ہو گئے"

مشرکین اور مسلمان دونوں کو چیلنج کا سامنا ہے

سال گزرتے دیر کتنی لگتی ہے؟ طے شدہ جنگ کا وقت قریب آ گیا تھا، عرب روایات کے مطابق جو طے شدہ وقت پر جنگ کے لیے نہیں پہنچا گویا اُس نے اعلان کر دیا کہ وہ مقابلے کی ہمت و طاقت نہیں رکھتا اور اُس نے شکست تسلیم کر لی ہے۔

مسلمانوں کے لیے اُحد کے بعد سے اب تک کا سارا عرصہ بڑی جاں فشانی اور دفاعی سرگرمی کا سال تھا، آغاز میں اُحد سے جو شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوا وہ رجیع اور معونہ میں ۱۱۵ تک پہنچ گیا۔ اِس کے باوجود مسلمانوں نے بنو نضیر کے یہودیوں کو مدینے سے نکالا، اور پھر پیہم اطراف مدینہ میں سرکش قبائل کی ٹھیک ٹھاک خبر لی گئی جس سے سب دبک کر بیٹھ گئے۔ سارے عرب قبائل کی نظریں اب قریش اور مسلمانوں کے درمیان شوال کے مہینے میں میدانِ بدر میں طے شدہ جنگ پر لگیں تھیں۔ اس سارے عرصے میں اہلِ مکہ، مدینے کے اطراف میں پھیلے قبائل سے جو سب مشرک تھے اور اکثریت لوٹ مار کرتے تھے، اپنے تعلقات درست کرنے اور انھیں باور کرانے میں لگے رہے تھے کہ اُحد میں مسلمانوں کو قریش نے بڑی شکست دی ہے،

وہ اب کبھی نہیں اُٹھ سکیں گے اور دیکھو اب کچھ ہی دنوں میں ہم نے بدر میں ان سے جنگ طے کی ہے اُس میں اِن کو ختم کر کے دم لیں گے۔

قریش کی شہ پر جس قبیلے نے بھی سر اُٹھایا اور فوج کشی کی تیاری کی رسول اللہ خود اپنی سر کردگی میں یا کسی صحابی کی قیادت میں سر کوبی کے لیے فوجی دستے بھیجتے رہے اور اللہ کے فضل و کرم سے تمام ہی شورشوں کو کچل دیا گیا، یوں قریش کے پروپیگنڈے کی ساری ہوا نکل گئی، اب سب کی نظریں طے شدہ جنگ پر لگی ہوئی تھیں اور قریش سمیت سب کو یقین آ گیا تھا کہ اس مرتبہ زخمی شیر اپنے شکار کو کھا جائے گا!

قریشِ مکہ کے تجارتی راستے تو مسلمانوں نے بند کر ہی دیے تھے، اوپر سے قحط سالی نے اہلِ مکہ کی رہی سہی کسر نکال دی تھی، معاشی طور پر قریشِ مکہ کو مسلمانوں نے بالکل گرا دیا تھا۔ جنگ کرنے کے لیے بدر تک آنے کے رستے میں جانوروں کے لیے خشک سالی کے سبب چارہ بھی مُیَسّر نہیں تھا اور بڑی مقدار میں چارہ ساتھ لے کر جانا بھی مشکل تھا، فوری طور پر اِن حالات میں کوئی اور قبیلہ مفت میں ساتھ دینے پر تیار بھی نہیں تھا، اور وہ قبائل جو مدینے سے مار کھا کے سہمے ہوئے تھے، سب دیکھنا چاہتے تھے کہ خود قریش میں کتنا دم ہے۔ ابو سفیان نے عکرمہ اور صفوان سے مشورہ کیا، رائے یہ بنی کہ کسی طرح اہلِ مدینہ کو یہ باور کرایا جائے کہ قریش ایسی بڑی تیاری سے آ رہے ہیں کہ اُن سے جیتنا کسی کے لیے ممکن نہیں ہو گا۔ بہت سوچ بچار اور تلاشِ بسیار کے بعد غطفان کے نعیم بن مسعود کے نام قرعہ فال نکلا کہ وہ مدینے جا کر یہ پروپیگنڈا کرے اور انھیں میدانِ جنگ میں پہنچنے سے باز رکھے، یوں جنگ سے بھاگنے کا الزام مکے کے بجائے مدینے کے سر پڑ جائے گا۔ نعیم بن مسعود کا تعلق قبیلہ غطفان سے تھا جو مدینے اور خیبر کے درمیان آباد تھا۔ نعیم بن مسعود بڑا خوش گفتار، مجلسی اور گفتگو کے فن سے خوب واقف اور اپنی بات پر لوگوں کو قائل کرنے میں بڑی مہارت رکھتا تھا، ساتھ ہی اِس کے اہلِ مکہ، اوس و خزرج اور بنو قریظہ سے بڑے گرم جوشی کے تعلقات تھے۔ صفوان نے کسی طور پر اُس کو بیس اونٹوں کے عوض آمادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو جنگ پر جانے سے ڈرائے کہ قریش نے ایسی اور ایسی تیاری کی ہے کہ اُن کا مقابلہ ممکن نہیں، اتنی فوج اور قوت سے آ رہے ہیں کہ اُن سے جیتنا محال ہے۔

مشرکین پروپیگنڈے کی مہم میں ناکام ہو جاتے ہیں

نعیم نے سر کے بال منڈوائے تاکہ لوگوں کو یقین آئے کہ وہ مکے سے آ رہا ہے۔ اُس نے مدینے پہنچ کر جب

حالات کا جائزہ لیا تو حیران رہ گیا کہ قریش کے بالکل بر خلاف مسلمانوں میں تو بدر پہنچ کر قریش کے چیلنج کا جواب دینے اور اُحد کا بدلہ چکانے کا بڑا جوش ہے۔ اُس نے اُن تمام لوگوں سے جن سے وہ مل کر قائل کر سکتا تھا، قائل کرنے کی کوشش میں کہتا رہا کہ بدر میں قریش کا مقابلہ موت کو دعوت دینا ہے اور نہ جایا جائے۔ مدینے میں رک کر اُن کے مقابلے کی تیاری کی جائے، ایک مرتبہ مدینے سے باہر نکل کر غلطی ہو چکی ہے۔ منافقین تو فوراً ہی اُس کے ہم نوا ہو گئے اور یہود بھی بڑے خیر خواہ بن کر اسی طرح کی باتیں کرنے لگے۔ مخلصین تو اپنے نبیؐ ہی کے پیچھے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی نہ جائے تو میں تنہا جاؤں گا، سارا پروپیگنڈا جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کی باتوں سے تو مسلمانوں کا وہاں پہنچ کر قریش سے دو دو ہاتھ کرنے کا جوش اور جذبہ فزوں تر ہو گیا۔ مسلمانوں کے اخلاق اور اللہ پر اُن کے توکل کو دیکھ کر نعیم بن مسعود کے دل میں اسلام کی عظمت اور حقّانیت کا بیج پڑ گیا، جس کے اُگنے اور نمو پانے میں اگرچہ وقت لگا لیکن اُس بیج کی اپنے وقت پر نمو پانے نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ کائنات کی تدبیر امر کرنے والے رب نے اپنے آخری نبیؐ کے ہاتھوں اقامتِ دین کو اور اُس کے ماڈل کو مکمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ غزوہ خندق میں نعیم بن مسعود وہ کارنامہ انجام دیں گے کہ جس سے قریش پھر کبھی مدینے پر چڑھائی کا سوچ بھی نہیں سکیں گے۔ اپنا سا منہ لے کر نعیم مکہ پہنچے، جس کام پر مامور کیا تھا وہ تو نہ ہو سکا اُلٹا اُن کی گفتگو سے مسلمانوں کا جوش و خروش اور بڑھ گیا تھا۔ کام یابی نہ ہونے پر نعیم بن مسعود کو بیس اونٹ تو نہ ملے لیکن دل میں ایک بڑے ہی پسندیدہ لوگوں کی محبت کی شمع تھی جو لو دے رہی تھی ، زبان نے اُس کی یوں گواہی دی کہ سفیان اور صفوان سے نعیم نے کہا کہ مدینہ تو جنگ اور انتقامِ اُحد کے لیے اس طرح بھر گیا ہے جس طرح انار دانوں سے بھر جائے، وہ تو مقابلے پر بدر آ کر رہیں گے، مکے کے چودھری اور اجارہ دار مزید سہم گئے۔ اللہ کی چال اُن کی چال پر غالب آ گئی، نعیم بن مسعود کی مہم مسلمانوں کو جنگ سے ڈرانے میں کیا کام یاب ہوتی، قریش کے لیے اس چیلنج میں بھی خواری اور اگلے برس جنگ خندق میں بھی خواری لکھ آئی!

مسلمان مقابلے کے لیے میدان بدر پہنچ جاتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے شوال کی آخری تاریخوں میں مدینے کا انتظام عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور طے شدہ جنگ کے لیے کم و بیش ایک ہزار کی فوج لے کر میدانِ بدر کی طرف چل دیے۔ ذی قعدہ ۴ ہجری کی چاند رات

سے کچھ ساعتیں قبل چیلنج کے مطابق آپ مشرکین سے جنگ کے لیے میدانِ بدر میں موجود تھے۔ مدینہ سے باہر، جس بھی مہم پر رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے، وہ مہم غزوہ کہلاتی چاہے اُس میں جنگ ہوئی ہو یا نہیں ہوئی ہو اور چوں کہ یہ بدر کی جانب دوسری مہم تھی اس لیے عام طور پر اسے غزوہ بدرِ ثانیہ یا صغریٰ کے نام سے جانا جاتا ہے اور پہلے غزوے کو جس میں جنگ ہوئی معرکہ بدر یا جنگِ بدر یا بدرِ کبریٰ یا بدرِ اولیٰ کہا جاتا ہے۔

بدر کی پہلی جنگ میں ۳۱۳ تھے، اُحد میں ۷۰۰ اور اب ۱۰۰۰؛ ساری مشکلات اور شہادتوں کے باوجود یہ تعداد اسلام کی قوت میں استحکام کی غمّاض تھی، منافقین بھی سیدھے ہو گئے تھے۔ اس مرتبہ دس گھوڑے بھی فوج میں شامل تھے۔ مصعب رضی اللہ عنہ تو شہید ہو چکے تھے کہ اُن کی زندگی میں کوئی اور علم برداری کا اہل نہیں تھا اور حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو چکے تھے کہ مصعب رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں شاید اُن کو علم دیا جاتا۔ اس مرتبہ فوج کا علم علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا، یہ بڑی سعادت اور اُن کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا۔ مسلمان بدر پہنچ کر مشرکین کے انتظار میں خیمہ زن ہو گئے۔ ہر برس ذی قعدہ کے پہلے ہفتے میں بدر کے مقام پر عرب کے علاقوں کے سالانہ تجارتی بازار بھی سجتے اور چلتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر میں چلنے والے لوگوں کو اجازتِ عام دی تھی کہ سامانِ تجارت بھی ساتھ لے چلیں جس کی فروخت سے مسلمان منافع کما سکیں گے۔ بات یہ تھی کہ بدر و اُحد کی مارنے قریش کو بزدل بنا دیا تھا، اُن کے نہ پہنچنے کے لیے قحط کا بہانہ کافی تھا، جب بہانہ ملنے کی آسانی ہو تو وہ کیوں آئیں؟ دوم یہ کہ اگر آ جائیں تو مسلمان اس مرتبہ اللہ کی مدد سے انھیں اُحد کا اور خبیب و زید رضی اللہ عنہما کے بے رحمانہ قتل کا قرضہ چکائے بغیر کیوں چھوڑیں، یہ وہی بدر کا میدان ہے نا؟ اِن دونوں باتوں نے اس کو سفر جنگ سے زیادہ روحانی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک تزکیہ والی پکنک بنا دیا تھا اور اگر ایسی پکنک کے ساتھ تجارتی فایدہ بھی ہو تو کیا کہنے، اور ایسا ہی ہوا۔

قریش کا لشکر روانہ ہو کر ہمت ہارتا ہے اور لوٹ جاتا ہے

دوسری طرف ناچار و بے زار قریش کا سردار ابو سفیان بھی پچاس سوار سمیت دو ہزار مشرکوں کا لشکر لے کر نکلا۔ ایک ایک قدم بھاری اور موت کے خوف سے بوجھل تھا مکے سے ابھی وادی مَرالظّہران میں مجنہ نامی چشمے پر ہی پہنچا تھا کہ اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ معلوم تھا کہ واپس تو سب ہی جانا چاہتے ہیں لیکن ہر کوئی بدنامی اور طعنوں کے ڈر سے سوچ رہا ہے کہ کوئی اور ہی بولے، میں تو آخر اِن سب کا سردار ہوں میں اِن کے فایدے کی بات طعنوں کے یا سرداری چھن جانے کے خوف سے نہ بولوں تو تف ہے میری سرداری پر، دل کڑا کر کے کہا اے قریش

کے لوگو! جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو کہ جانور بھی چر سکیں اور تم بھی دودھ پی سکو۔ اس وقت خشک سالی ہے لہٰذا میں واپس جارہاہوں۔ تم بھی واپس چلے چلو۔

سارے ہی لشکر کے اعصاب پر خوف وہیبت سوار تھی، ابوسفیان کے اس مشورہ پر کسی قسم کی مخالفت کے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی اور کسی نے بھی سفر جاری رکھنے اور مسلمانوں سے جنگ لڑنے کی رائے نہ دی سوائے صفوان کے، اُسے بھی اپنی سرداری کا کوئی تو اظہار کرنا تھا، ساری زندگی ڈر کر بھاگنے والوں پر پڑنے والے بزدلی کے طعنوں سے اُس نے واپس ہوتے ہوتے اپنے بچاؤ کا اہتمام کرلیا۔

مسلمانوں نے بدر میں آٹھ روز تک ٹھہر کر دشمن کا انتظار کیا۔ اور تجارتی میلے سے خوب فایدہ اُٹھایا۔ بقول سیّد مودودیؒ اس دوران اپنا سامانِ تجارت بیچ کر ایک درہم کے دو بناتے رہے۔ اس کے بعد یوں فاتحانہ مدینہ واپس آئے کہ سارا عرب جو حقیقی بہادری کے مظاہرے پر دشمنوں کو بھی داد دینے میں بخل نہیں کرتا تھا، تعریف کے ڈونگرے برسارہا تھا۔ توحید کے متوالے بہادروں کے لیے مشرکین قبائل کے سر ادب سے جھک گئے اور دلوں میں محبت اور عقیدت کے بیج پڑ گئے، تبلیغ سے جو دل نرم و قائل نہیں ہو سکے تھے اُنھوں نے قیام دین کے مجاہدوں کی بے غرض سعی وجہد سے متاثر ہو کر ایک شکست فاتحانہ کو پالیا، قبولِ اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا۔ جنگِ بدر میں بندھنے والی مسلمانوں کی وہ دھاک جو میدان اُحد میں اکھڑ گئی تھی ......اور جسے زخمی حالت میں مسلمان فوج نے قریش کا تعاقب کر کے کھڑا کرنے کی کوشش کی تھی مگر رجیع اور معونہ کے واقعات نے اُس دھاک کو مزید نقصان پہنچادیا تھا، لیکن بنو نضیر کو رسوا کر کے مدینے سے نکال دینے کے بعد اُس کی حیاتِ نو کی جو امید بندھی تھی، اُس کی بقا کا انحصار بدر میں طے شدہ جنگ کے فیصلے پر ٹھہر گیا تھا...... قریش کو مقابلے پر آنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی اور مسلمانوں کا رعب داب دور و نزدیک پھیل گیا۔ لوگ اب جان گئے کہ مسلمانوں کا مقابلہ کسی اِکّے دُکّے قبیلے تو کیا تنہا قریش کے بس کی بات بھی نہیں رہی ہے۔ پورا عرب مدینے کے خلاف حسد اور دشمنی سے بھر گیا!

دو اہم غزوات

مسلمان ذوالقعدہ ۴ ہجری کے وسط میں بدر ثانیہ مہم سے واپس ہوئے تو سارے حجاز میں سلطنت مدینہ کے رعب کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف سنّاٹا تھا۔ بہترین امن وامان قائم ہو گیا، تاہم امن وامان کی اِس کیفیت کو مزید تقویت پانچ

ہجری کے آغاز میں ہونے والی دو(۲) اہم مہمات سے ملی، جن میں رسول اکرم ﷺ نے آزاد منش لٹیرے بدؤں کو تابع نظم وضبط کرنے کے لیے صحرائے نجد میں دو بڑی مہمات کے لیے سفر کیے جن میں لڑائی کی نوبت آئے بغیر ہی بدّو مقابلے سے کنارہ کش ہو گئے اور فرار ہو کر اپنی سرکشی ختم کرنے کا عندیہ دے دیا۔

غزوہ ذات الرقاع

۵ ہجری کے اوائل میں رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبائل انمار مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں آپؐ نے عثمان بن عفانؓ کو مدینہ میں نائب مقرر کیا اور چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر ۱۰ محرم ۵ ہجری کو روانہ ہو گئے۔ پہاڑی علاقے میں پیدل چلنے سے لشکر کے پیر زخمی ہو گئے تھے، ہر چھ مجاہدین کے لیے صرف ایک اونٹ تھا، پیروں کی حفاظت کے لیے کپڑوں کے ٹکڑے [رقاع] اُن پر لپیٹے گئے تھے، اس بنا پر اِس کو غزوہ ذات الرقاع کہتے ہیں، اِس غزوہ کو غزوۂ نجد بھی کہا جاتا ہے۔۔اسی مہم کے دوران صلوٰۃِ خوف (حالتِ جنگ میں ادا کی جانے والی مختصر نماز) کی ہدایات ملیں:

وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ ٭ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۱۰۱﴾ سُوۡرَۃُ النِّسَآء

اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو اِس میں کوئی حرج نہیں کہ نمازیں مختصر کر لیا کرو، (خصوصاً) جب تمھیں اندیشہ ہو کہ کافر تمھیں ستائیں گے، اِس میں کیا شک ہے کہ کفار تمھارے کھلے دشمن ہیں ○

یہ صلوٰۃِ خوف اس طرح ادا کی گئی کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر وہ گروہ پیچھے چلا گیا۔ اور آپ ﷺ نے دوسرے گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ یوں رسول اللہ ﷺ کی تو چار رکعتیں ہوئیں مگر مجاہدین کی صرف دو رکعتیں۔ مناسبِ حال صلوٰۃِ خوف کے اور بھی طریقے ہیں۔اس نماز کی تفصیل سُوۡرَۃُ النِّسَآء کی تنزیل پر گفتگو کے دوران صفحات ۳۴۵تا ۳۴۷ میں درج ہے۔ مسلمانوں کی آمد کا سن کر کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے، کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ ۵ ہجری کے آغاز میں دوسری مہم دُومۃالجندل کو ہم ۵ ہجری کے کیلنڈر کے بعد ذکر کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆